35

پنجاب کی سیاست میں علامہ اقبال کا کردار اور یونینسٹ پارٹی

(۱۹۲۷ء ۔ ۱۹۳۸ء)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ڈاکٹر محمد خورشید

سر سید احمد خان (۱۸۱۷ء - ۱۸۹۸ء) کی قومی خدمات بالخصوص تحریک علی گڑھ کے نتیجے میں جو لوگ سامنے آئے ان میں نواب محسن الملک' نواب وقار الملک' مولانا الطاف حسین حالی' مولانا شبلی نعمانی' مولانا حسرت موہانی ' مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خان جیسے لوگ شامل تھے - ان رہنماوں نے مسلمانوں میں قومی شعور پیدا کرنے کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں - ان ہی رہنماوں کی کاوشوں کی وجہ سے مسلمانان ہند میں عالم اسلام سے وابستگی اور عالمی اسلامی اتحاد کا شعور پیدا ہوا - ان مسلمان قائدین کی جماعت میں علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) کو اپنی نظری و فکری کوششوں اور سیاسی بصیرت کی وجہ سے اہم مقام حاصل ہے - کیونکہ آپ مسلمانوں میں جداگانہ مملکت کے تصور کو اجاگر کرنے میں پیش پیش نظر آتے ہیں - علامہ اقبال کے متعلق عامتہ الناس میں ہی نہیں بلکہ اس خطے کے پڑھے لکھے طبقے میں بھی تاثر عام ہے کہ آپ ایک ایسے شاعر بے بدل تھے جن کی شاعری میں ملی تڑپ تھی ' وہ اسلام کی حیات نو کے داعی تھے اور نوجوان ان کی امیدوں کا مرکز تھے - ان کی سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں اگر آگہی ہے تو بس اتنی کہ انہوں نے ۱۹۳۰ء میں خطبہ الہ آباد میں ظہور پاکستان کی بشارت دی تھی - اس طرح وہ مفکر پاکستان کہلائے - عمومی طور پر یہ تاثر ہے کہ وطنی سیاست میں علامہ اقبال نے بہت کم حصہ لیا - یہ کہ " وہ عمل کے آدمی ہی نہیں تھے ' دنیائے فکر و تخیل کے شہریار تھے " یہ تصور نہ صرف تاریخ سے عدم واقفیت کا مظہر ہے بلکہ ایک ایسے محسن ملت کے ساتھ صریح زیادتی ہے جس نے اپنی آخری عمر تک (۱۹۲۶ء - ۱۹۳۸ء) ' اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ایک عالم باعمل ' ایک انتھک اور نہایت روشن دماغ سیاستدان کی حیثیت سے فعال کردار ادا کیا - برصغیر پاک و ہند کی مرکزی سیاست ہو یا پنجاب کی صوبائی صورت حال ' علامہ اقبال رہبری و رہنمائی کا فریضہ تمام تر دانش و آگہی کے ساتھ ادا کرتے نظر آتے ہیں - یہ وہ وقت تھا' جب مسلمان ایک طرف برطانوی سامراج کا ہدف بنے ہوئے تھے اور دوسری جانب ہندو اکثریت انہیں پامال کرنے پر تلی ہوئی تھی - اگرچہ بظاہر ان دونوں طاقتوں میں چپقلش تھی لیکن در حقیقت یہ دونوں اس بات پر متفق تھے کہ مسلمانوں کی انفرادیت کو ختم کر دیا جائے -

"وہ ایک ایسا مشت غبار بن جائیں جسے ہوا کا ہر جھونکا ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر منتشر کر دے" [۲]

علامہ اقبال خلوت گزینی اور خلوت پسندی کے باوجود میدان سیاست میں کود پڑے ۔ ہر معاملے میں ان کی اصابت رائے ' دور اندیشی اور معاملہ فہمی دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بلاشبہ علامہ اقبال وہ فرد تھے جو اپنی سیاسی معاملہ فہمی اور اپنی الہامی شاعری کی وجہ سے فطرت کے چھپے ہوئے تقاضوں اور آنے والے وقت کی چاپ کو بخوبی سن رہے تھے ۔

> "حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال کی شخصیت اور ان کے فلسفہ و پیام کو سمجھنے کے لیے اور بالخصوص ان کے سیاسی ' معاشی اور عمرانی افکار کو بجاطور پر ذہن نشین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ علامہ کی سیاسی زندگی کا عمیق مطالعہ کیا جائے اور یہ جاننے کی کوشش کی جائے کہ طبعاً" عزلت پسند اور فطرتاً" گوشہ نشین اقبال نے سیاست کے پرخار میدان میں قدم رکھنے اور عملی سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیونکر کیا ؟ جہاں علامہ اقبال گول میز کانفرنس میں اپنی ذہانت سے مسلمانوں کی بھرپور رہنمائی کرتے نظر آتے ہیں وہاں دوسری جانب آپ مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء ۔ ۱۹۵۸ء) اور مولانا حسین احمد مدنی کے نظریہ وطنیت کے خلاف بھی ایک چٹان بن جاتے ہیں ۔ بلاشبہ پنجاب مسلم لیگ کا وجود و استحکام علامہ اقبال ہی کی ذہانت' انتھک محنت' مساعی جمیلہ اور مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کی تڑپ کا نتیجہ تھا ۔ یونینسٹ پارٹی (ق ۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۳ء) کے در پردہ عزائم یعنی اس جماعت کے سیاسی قد و قامت کی درازی کا بھرم کھولنے اور سکندر حیات خان (۱۸۹۲ء ۔ ۱۹۴۲ء) کے طرہ پر پیچ کی دھجیاں اڑانے کا سہرا علامہ کے سر ہے ۔ پنڈت جواہر لعل نہرو (۱۸۸۹ء ۔ ۱۹۶۴ء) کے نظریہ سوشلزم کے خلاف علامہ اقبال ہی متحرک نظر آتے ہیں ۔ علامہ اقبال کے اسی کردار کو دیکھتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء ۔ ۱۹۴۸ء) نے کہا تھا کہ " باوجودیکہ وہ ایک عظیم شاعر اور فلسفی تھے ان کی حیثیت ایک عملی سیاست دان سے کچھ کم نہ تھی ۔ اسلام کے نصب العین پر پختہ ایمان رکھنے والے ان چند افراد میں سے تھے جنھوں نے ہندوستان کی حدود میں شمال مغربی اور شمال مشرقی منطقوں کو لے کر جو دراصل تاریخی اعتبار سے مسلمانوں ہی کے وطن تھے ایک اسلامی ریاست کا خاکہ بنانے کے امکانات پر غور کیا" ۔ [۳]

زیر نظر مقالے میں موضوع کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے علامہ اقبال کی ان سیاسی کاوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو انھوں نے مسلمانان پنجاب کے حقوق کے تحفظ کے لیے کیں ۔ پنجاب میں علامہ اقبال کے سیاسی کردار کا جائزہ لینے کے لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے سیاسی پس منظر کو سامنے رکھا جائے ۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۵ء کے درمیانی عرصہ میں ملک کے اندر زبردست داخلی و سیاسی کشمکش رونما ہوئی ۔ فروری ۱۹۲۴ء میں تحریک، سول نافرمانی ختم کر دی گئی اور ملک کی سیاسی فضا بدلنا شروع ہوئی ۔ اس بدلتی ہوئی فضا کے نتیجے میں دو رجحانات واضح طور پر ابھر کر سامنے آئے ۔ ایک رجحان تو داخلہ ء کونسل کا تھا اور دوسرا رجحان ہندو مسلم اختلافات کا تھا" [۴] ان رجحانات کے نتیجے میں برطانوی حکومت کے خلاف اہل ہند متحدہ محاذ ٹوٹ گیا ۔ اعتدال پسند طبقے نے عدم تعاون کے برعکس صوبائی کونسلوں سے تعاون کو ترجیح

دینا شروع کی ۔ اس سے انگریز کے ہاتھ مضبوط ہوئے اور آزادی کی منزل جو کچھ عرصہ سے قریب نظر آ رہی تھی اب اوجھل ہو کر رہ گئی تھی ۔ ہندوؤں نے سوراج پارٹی (ق ۱۹۲۲ء) کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی جس کا پروگرام یہ تھا کہ:

"۱۹۲۳ء میں مرکزی اسمبلی اور صوبائی کونسلوں کے لیے جو انتخابات ہونے والے تھے ان میں حصہ لیا جائے" ۵

ستمبر ۱۹۲۳ء میں کانگریس نے اپنے خصوصی اجلاس منعقدہ دہلی میں خود بحیثیت جماعت انتخابات میں حصہ لینے سے گریز کیا' البتہ اپنے اراکین کو آزادانہ طور پر انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دے دی ۔۶ تحریک خلافت اور سول نافرمانی کے زمانے میں قائم ہونے والی جماعت یعنی مجلس خلافت کا زور ٹوٹ چکا تھا اور خلافتی کارکنوں میں بھی کونسل کی رکنیت قبول کرنے کا رجحان پیدا ہو چکا تھا ۔ جس کی تائید جمعیت العلماء ہند نے بھی کی تھی ۷ ۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء میں پنجاب میں جو انتخابات ہوئے ان میں دونوں بڑی قومیتوں نے حصہ لیا ۔ اس زمانے کی دوسری اہم بات یہ تھی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی اختلافات نے شدت اختیار کی ۔ نتیجہ سیاسی کشیدگی کی صورت میں رونما ہوا جس کے باعث حکومت کے خلاف متحدہ محاذ ختم ہو گیا ۔ کانگریس کے غیر متعصب اور سنجیدہ قائدین بھی جداگانہ طریق انتخاب کو فساد کی جڑ قرار دینے لگے ۔ مسلمانوں کے قائد محمد علی جناح نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے داعی کی حیثیت سے ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو تمیں ممتاز مسلمان قائدین کا اجلاس دہلی کے ویسٹرن ہوٹل میں منعقد کیا اور مخلوط طریقہ انتخاب کو قبول کرنے کا فیصلہ کیا' بشرطیکہ ہندوؤں کی جانب سے مسلمانوں کو ضروری تحفظات فراہم کئے جائیں ۔ ان تجاویز کو کانگریس کی مجلس عاملہ نے مئی ۱۹۲۷ء کے وسط میں اپنے اجلاس میں جو سری نواس آئنگر کی صدارت میں منعقد ہوا' منظور کر لیا ۔ اس کے بعد مئی ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں ان تجاویز کی منظوری دے دی گئی ۸ اس کے بعد دسمبر ۱۹۲۷ء میں کانگریس کے سالانہ اجلاس میں جو ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۱۸۸۰ء - ۱۹۳۶ء) کی زیر صدارت منعقد ہوا' تجاویز دہلی منظور کر لی گئیں' جبکہ دوسری جانب اس مسئلہ پر آل انڈیا مسلم لیگ دو دھڑوں میں منقسم ہو گئی ۔

اس کشمکش کے دور میں علامہ اقبال نے پنجاب کے عوام کی رہنمائی کرنے کے لیے دسمبر ۱۹۲۶ء میں منعقد ہونے والے صوبائی انتخابات میں شرکت کا فیصلہ کر لیا تھا ۔ جیسا کہ آپ نے ۲۰ جولائی ۱۹۲۶ء کو اپنے امیدوار ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

" میں اب تک اس قسم کے مشاغل سے بالکل علیحدہ رہا' محض اس لیے کہ دوسرے لوگ یہ کام انجام دے رہے تھے اور میں نے اپنے لیے دوسرا دائرہ کار منتخب کر لیا تھا ۔ لیکن اب قوم کی مصیبتیں مجبور کر رہی ہیں کہ اپنا حلقہ عمل قدرے وسیع کر دوں ۔ شاید میرا ناچیز وجود اس طرح اس ملت کے لیے زیادہ مفید ہو سکے' جس کی خدمت میں میری زندگی کے تمام لیل و نہار گذرے ہیں "۹

غرضیکہ قومی خدمت کے جذبے سے سرشار' نومبر ۱۹۲۶ء میں علامہ اقبال نے پنجاب کونسل "کی رکنیت کے لیے لاہور کے ایک حلقے سے انتخاب لڑا اور ملک محمد دین کے مقابلے میں تقریباً" تین ہزار ووٹوں کی اکثریت سے کامیابی حاصل کی " ۔ آپ کو ۵۶۷۵ ووٹ ملے اور مدمقابل کو ۲۶۹۸ ووٹ حاصل ہوئے "۔ چنانچہ علامہ اقبال " ۱۹۲۷ء کے اوائل سے تین سال تک سر فضل حسین (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۶ء) کی یونینسٹ پارٹی کے رکن کی حیثیت سے کونسل کے اجلاس میں شرکت کرتے رہے ۔ مگر وہ کونسل کی کارروائی میں سرگرمی سے حصہ نہیں لیتے تھے ۔ انہوں نے رکنیت کے تین سال کے عرصے میں آٹھ مختصر سی تقریریں کیں جن میں سے چار پانچ صوبوں میں روز افزوں فرقہ وارانہ کشیدگی کے بارے میں تھیں ۔ ان تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۲۱ء کے بعد برصغیر میں ہونے والے ہندو مسلم فسادات نے سیاسی لحاظ سے انہیں بالکل مایوس کر دیا تھا " "۔

علامہ اقبال کی سیاسی زندگی کا تفصیلی جائزہ لینے سے پہلے یونینسٹ پارٹی کا تعارف ضروری ہے ۔ یہ جماعت ۲۴ دسمبر ۱۹۲۳ء کو فضل حسین کی سربراہی میں معرض وجود میں آئی ۔ فضل حسین کو مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کے تحت معرض وجود میں آنے والی لیجسلیٹو کونسل میں ابتداء ہی سے واضح برتری حاصل تھی اور وہ وزیر تعلیم و لوکل سیلف گورنمنٹ کے منصب پر فائز تھے ۔ جہاں تک فضل حسین کے خاندانی پس منظر کا تعلق ہے وہ مشرقی پنجاب میں واقع ضلع گورداسپور کے چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئے تھے وہ کسی بڑے زمیندار گھرانے سے تعلق نہیں رکھتے تھے ۔ آپ کے والد میاں حسین بخش نے اپنی عملی زندگی کا آغاز نائب منصرم کی حیثیت سے کیا تھا اور ڈسٹرکٹ جج کی حیثیت میں ریٹائر ہوئے تھے ۔ فضل حسین نے اپنے پیشہ وارانہ دور کا آغاز سیالکوٹ میں ایک وکیل کی حیثیت سے کیا اور آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے ۱۹۱۶ء میں پنجاب سے صوبائی لیجسلیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے ۔ ۱۹۲۱ء میں فضل حسین کونسل میں قائد ایوان چنے گئے ۔ بالآخر پنجاب کونسل کے زمیندار اراکین نے ان کی قیادت میں یونینسٹ پارٹی کی بنیاد ڈالی ۔ جبکہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل سے باہر اس جماعت کا کوئی خاص وجود نہیں تھا ۔ یہ جماعت زمیندار طبقہ کے اراکین پر مشتمل تھی جو پنجاب کونسل میں دیہی علاقوں کی نمائندگی کرتے تھے ۔ لیکن اس جماعت کا قائد ایک وکیل اور شہری باشندہ تھا جو خود کوئی بڑا زمیندار یا جاگیردار نہ تھا اور نہ شہری اور دیہاتی کی تفریق کا قائل تھا ۔ لیکن اس تفریق کو کمال مہارت سے اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے استعمال کرتا رہا ۔ جہاں تک اس جماعت کے منشور کا تعلق ہے یہ بلا تفریق رنگ ' نسل اور مذہب ' پسماندہ ' غیر ترقی یافتہ محکوم طبقات کی نمائندہ جماعت کی حیثیت سے معرض وجود میں آئی تھی ۔ کیونکہ اس جماعت کی اکثریت مسلم اراکین پنجاب کونسل ' پر مشتمل تھی لہذا پنجاب کے مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ جو کل آبادی کا تقریباً ۵۴ فیصد تھے ' اس پارٹی کی بظاہر ایک اہم ذمہ داری تھی ۔ اگرچہ فضل حسین نے وزیر تعلیم ولوکل سیلف گورنمنٹ کی حیثیت سے پنجاب میں مختلف محکمہ جات میں مسلمانوں کو ان کا جائز حق دلانے کی کوشش کی لیکن

۱۹۳۶ء میں انہوں نے خود اس امر کا اعتراف کیا کہ ان کی جماعت پنجاب میں مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلوانے میں ناکام رہی ہے اور یہ کہ یہ جماعت ابھی تک بڑے بڑے جاگیرداروں تک محدود ہے اور اسے عوامی جماعت میں بدلنے کی ضرورت ہے ۹۔ لہٰذا علامہ اقبال نے یونینیسٹ پارٹی کے منشور کو عوامی امنگوں کا آئینہ دار محسوس کرتے ہوئے پنجاب کونسل میں اس جماعت کی تائید و حمایت کا فیصلہ کیا۔ جیسا کہ بظاہر اس پارٹی کا اہم مقصد صوبائی سطح پر سیاسی و آئینی امور اور دیگر سرگرمیوں کو ترقی دینا تھا۔ اس جماعت نے اپنے منشور میں یہ اہم شق شامل کر رکھی تھی کہ ایسے علاقے جہاں مسلمانوں میں تعلیمی سہولتوں کا فقدان ہے وہاں خصوصی طور پر اس میدان میں کام کیا جائے۔ اسی کشش کی وجہ سے علامہ اقبال نے کونسل کا رکن منتخب ہونے کے بعد ابتداء میں یونینیسٹ پارٹی سے اشتراک عمل کا فیصلہ کیا۔

علامہ اقبال یونینیسٹ پارٹی سے وابستہ نہ تھے مگر انہوں نے پنجاب اسمبلی کا انتخاب اپنی ذاتی حیثیت میں ایک شہری نشست پر لڑنے کا فیصلہ کیا جس میں یونینیسٹ پارٹی کے اجازت نامے یا تائید و حمایت کو کوئی دخل نہ تھا۔ آپ اپنی ذاتی مقبولیت کی بنیاد پر پنجاب کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ انتخابی مہم کے دوران میں آپ کے کارکنوں کی اکثریت ایسے افراد پر مشتمل تھی جو آپ کی علمی عظمت سے بخوبی آشنا تھے۔ انتخابی مہم پر علامہ اقبال نے کوئی خاص رقم خرچ کیے بغیر اپنے حریف پر واضح برتری حاصل کی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے بعد آپ نے یونینیسٹ پارٹی کے منشور کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہو کر پنجاب کونسل میں اس خطے کے محکوم عوام کے حقوق کی بازیابی کے لیے اس جماعت کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔

علامہ اقبال نے ۱۱جنوری ۱۹۲۷ء سے ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء تک پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے رکن کی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دیں اور کونسل کی مختلف کمیٹیوں مثلاً" فنانس' تعلیم' لوکل سیلف گورنمنٹ' اور پنجاب سول میڈیکل سروس بورڈ میں نامزد رکن کی حیثیت سے کام کیا۔ پنجاب کونسل کے رکن کی حیثیت سے علامہ اقبال نے مسئلہ لگان کے بارے میں پنجاب کے تباہ حال کسانوں اور بھاری ٹیکسوں کے خلاف شہری آبادی کی وکالت کرتے ہوئے ۵ مارچ ۱۹۲۷ء کو پنجاب کونسل میں بجٹ پر بحث کے دوران انکم ٹیکس اور لگان کے سلسلہ میں حکومت کی امتیازی پالیسی کے برعکس ایک فارمولہ پیش کیا ۱۰ اس کے علاوہ بجٹ' تعلیمی پالیسی اور اقتصادی ترقی کے حوالے سے آپ نے مختلف اوقات میں قراردادوں کے ذریعے اہل پنجاب کی تعمیر و ترقی کے لیے کئی تجاویز پیش کیں۔ پنجاب کونسل کی کارروائیوں میں عملی طور پر حصہ لیتے ہوئے علامہ نے :

> " ہندوؤں اور مسلمانوں کی آویزشوں' ان کے نزاعی مسائل اور ان کی عدم اطمینانیوں کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا۔ انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ سابقہ واقعات' حالات اور ہندو مسلم فسادات کے باعث اب ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کے خلاف ہر طرح کی مخالفت' دشمنی اور عداوت پر تلے ہوئے ہیں۔ ملک ایک طرح کی خانہ جنگی کا شکار ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کی کشتی بالخصوص ساحل مراد سے بہت دور ڈگمگا رہی ہے " ۱۱

پنجاب کونسل کے رکن کی حیثیت سے عملی طور پر ان حالات اور واقعات کا جائزہ لینے کے بعد آپ نے ایک واضح نظریہ پیش کیا کہ:

"مسلمانوں کی قوم کی اساس دین ہوتا ہے اس حوالے سے انہیں مغرب کے پیمانوں پر جانچنا اور پرکھنا درست نہیں ہے۔ ان کے نزدیک سیاسیات کا نصب العین اسلامی مقاصد کا تحفظ اور مسلمانوں کی بہبود تھا۔ ان کی پختہ رائے تھی کہ جو اسلامی جماعت مسلمانوں کی بہبود کی ضامن نہ ہو عوام کے لیے باعث کشش نہیں ہو سکتی"[۱۹]۔

یہ درست ہے کہ علامہ اقبال نے پنجاب لیجسلیٹو کونسل کا رکن منتخب ہونے کے بعد شروع میں یونینسٹ پارٹی کی پالیسیوں کی تائید کی لیکن جب ان پر اس جماعت کی اصلیت کھل گئی تو آپ نے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کونسی حقیقت تھی جس کے ظاہر ہونے پر علامہ اقبال نے اس جماعت سے عدم تعاون کا فیصلہ کیا۔ دراصل دیہاتی اور شہری کا امتیاز' پارٹی کے قواعد رکنیت میں شامل نہیں تھا۔ کئی شہری اور غیر زراعت پیشہ افراد اس پارٹی کے ممتاز رکن تھے[۲]۔ منشور کے اعتبار سے یونینسٹ پارٹی ایک غیر فرقہ وارانہ جماعت تھی یعنی اس میں ہندو مسلمان غرض کہ کسی بھی مذہب کے لوگ شامل ہو سکتے تھے۔ لیکن عملی طور پر یہ پارٹی شہری اور دیہاتی تفریق کی نہ صرف قائل تھی بلکہ "اس نے اس کی تخم ریزی کی تھی بلکہ اس کو پروان چڑھایا تھا"[۲۰]۔ لہٰذا جب اس جماعت کو قریب سے دیکھنے پر علامہ اقبال کو یہ اندازہ ہوا کہ یہ ایک طرف تو ہندوؤں اور مسلمانوں کو باہم جوڑ رہی ہے مگر ساتھ ہی یہ جماعت مسلمانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے محض سکونت اور پیشے کی بنا پر توڑ رہی ہے تو ذات پات' گروہ' فرقہ' رنگ و نسل کے امتیاز اور پیشہ وارانہ و علاقائی حد بندیوں و تفریق کو مٹانے والی شخصیت کس طرح ایسی جماعت کی حامی و موید رہ سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اس جماعت کے منشور میں اس بات پر بہت زور دیا گیا تھا کہ یہ جماعت پنجاب کے محکوم طبقات کے حقوق کے تحفظ کے لیے معرض وجود میں لائی گئی تھی تاکہ فرقہ وارانہ تفریق کی بجائے پنجاب کی معاشی ترقی پر تمام تر توانائی صرف کی جائے بظاہر یہ بہت پر کشش بات تھی۔ لیکن اس پارٹی کے تمام سرکردہ اراکین کا تعلق پنجاب کے قدیم جاگیردار اور پیر گھرانوں سے تھا۔ فضل حسین نے اس طبقے کو اپنے ساتھ اس لیے شامل کیا تھا کہ وہ اس طبقے کی امداد و اعانت سے پنجابی مسلمانوں کی خوشحالی و ترقی کی شاندار عمارت تعمیر کر سکے گا۔ بظاہر اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ:

"فضل حسین نے جنوری ۱۹۲۱ء سے دسمبر ۱۹۲۳ء تک سیاسی اقتدار کا مزا چکھ لیا تھا اور اب وہ اسے برقرار رکھنے انگریزوں اور ان کے جاگیردار پٹھوؤں پر کلی طور پر انحصار کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا تھا۔ فضل حسین کو یہ بھی خوش فہمی تھی کہ اسے صوبہ کے مسلمانوں کے روشن خیال درمیانہ طبقہ کی تائید و حمایت بہر صورت حاصل رہے گی اور کانگریس کی روز افزوں سیاسی قوت کے پیش نظر انگریزوں اور جاگیرداروں کا اس کے بغیر گذارہ ممکن نہیں ہو گا"[۲۱]۔

حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۶ء تک علامہ اقبال نے اس پارٹی کو باہر سے دیکھا تھا ۔ لیکن جب پنجاب کونسل کا رکن منتخب ہونے کے بعد اس پارٹی کے قائدین کے ساتھ اشتراک عمل کا موقع ملا یعنی جب کونسل کے اندر بیٹھ کر نزدیک سے مشاہدہ کیا تو بہت جلد حقیقت حال آشکار ہو گئی ۔ یہ دور تھا جب فضل حسین کے ریونیو ممبر مقرر ہو جانے کے بعد آئینی طور پر جماعت سے ان کا براہ راست تعلق نہیں رہا تھا ۔ اس دور میں یونینیسٹ پارٹی میں اضمحلال و انتشار کے آثار پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے ۔ وزارتوں اور عہدوں کی ہوس کے سبب باہمی رشک و رقابت اور سازشوں نے جنم لینا شروع کر دیا تھا ۔ خود غرضی کے اس دور میں کردار کی کمزوری کی وجہ سے اکثریت میں ہونے کے باوجود کونسل کے اندر مسلمانوں کی درگت بن رہی تھی

> " اقبال اسی اسمبلی میں بیٹھے یہ نظارہ دیکھتے رہے اور غیروں کی گالیاں اور اپنوں کی تالیاں سنتے رہے !! یوں اقبال نے یونینیسٹ پارٹی کو بہت قریب سے بے نقاب دیکھ لیا تھا ۔ ایسی صورت میں وہ اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر کیسے ہو سکتے تھے !! " ۲۲

گویا یونینیسٹ پارٹی اور علامہ اقبال میں نظری اور فکری اعتبار سے اختلاف شروع ہی سے موجود تھا لہٰذا کونسل میں ان کا اتحاد اس جماعت کے ساتھ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا ۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اگر یونینیسٹ پارٹی نے آپ کی رکنیت کونسل کے دوران میں کسانوں یا غریب طبقے کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی قدم اٹھایا تو علامہ نے اس جماعت کی تائید و حمایت کی کیونکہ آپ کسی جماعت سے وفاداری کی بجائے' مسلمانوں اور غریب طبقے کے لوگوں کی تعمیر و ترقی میں دلچسپی رکھتے تھے ۔ ایک موقع پر خود علامہ اقبال نے اپنے بارے میں کہا تھا " میں (visionery Idealist) تخیلی انسان ہوں "۲۳ مسلم لیگ کے جلسے کی صدارت کے دوران آپ نے کہا تھا " میں کسی جماعت کی قیادت نہیں کرتا اور نہ ہی کسی رہنما کی پیروی کرتا ہوں" ۲۴ سب سے بڑی بات یہ کہ علامہ اقبال جس سیاسی تھیوری کے قائل تھے وہ فضل حسین کے سیاسی نظریات سے بالکل مختلف تھی ۔ رہی بات جاگیرداروں کی تو وہ فضل حسین کے گرد محض اس لیے جمع ہوئے تھے تاکہ حکومتی حلقوں کی زیادہ سے زیادہ قربت حاصل کرتے ہوئے مطلوبہ مفادات حاصل کر سکیں' اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب پر فائز ہو سکیں اور سرکار کے کارندے بن کر دیہی علاقوں میں محکوم انسانوں پر اپنے اقتدار کی گرفت مزید مضبوط کر سکیں ۔

جہاں تک علامہ اقبال کے کردار کا تعلق ہے اس کے بارے میں دشمن بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ علامہ نے کسی دنیوی مفاد کے پیش نظر یونینیسٹ پارٹی میں شمولیت اختیار کی یا یہ کہ انہوں نے مناصب و فوائد کے حصول کی خاطر اس جماعت سے وابستگی اختیار کی ۔ عظیم حسین تحریر کرتے ہیں کہ فضل حسین پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے قابل اور باصلاحیت افراد کو صوبے کی اجتماعی زندگی میں ابھرنے نہیں دیا اور انہیں کوئی نہ کوئی لالچ دے کر اپنے زیر اطاعت رکھا ۔ لیکن علامہ اقبال کے بارے میں وہ خود ہی تحریر کرتے ہیں کہ فضل حسین نے علامہ کو دنیوی فوائد

پنچانے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے اس کی ذرہ بھر خواہش نہ کی ۔ جیسا کہ عظیم حسین کا بیان ہے :

"فضل حسین نے سر میلکم ہیلی (گورنر پنجاب) کو ترغیب دی کہ اقبال کو بار سے اٹھا کر بینچ تک پہنچایا جائے ۔ (یعنی پنجاب کورٹ کا جج بنا دیا جائے) لیکن ابھی یہ مسئلہ زیر غور تھا کہ اقبال نے حکومت پر بے لگام ----- تنقید کر کے سرکاری حکام کی ہمدردیاں کھو دیں "۲۵۔

خود عظیم حسین کے درج بالا بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دنیوی لالچ سے قطعی طور پر مبرا تھے ۔ جیسا کہ ۱۹۲۶ء کے انتخابات کے دوران میں انہوں نے یہ اعلان کیا تھا :

ممبر کا سب سے بڑا وصف یہ ہونا چاہیے کہ ذاتی اور قومی منفعت کی ٹکر کے وقت اپنے شخصی مفاد کو مقاصد قوم پر قربان کر دے ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کبھی اپنے مفاد کو قوم کے مصالح کے مقابلہ میں ترجیح نہیں دونگا ------ میں اغراض ملی کے مقابلے میں ذاتی خواہشوں پر مرمٹنے کو موت سے بدتر خیال کرتا ہوں۔ ۲۶

انہیں جذبات کے پیش نظر علامہ نے پنجاب لیجسلیٹو کونسل کا رکن منتخب ہونے کے بعد ایوان میں مسلم اراکین سے ہمیشہ یہ استدعا کی کہ وہ دیہاتی و شہری کے امتیاز سے یکسر کنارہ کش ہو کر متحدہ طور پر اسلام اور وطن عزیز کی خدمت کریں ۔ عظیم حسین تحریر کرتے ہیں :

"۱۹۲۷ء میں ایک تجویز یہ تھی کہ مستقبل کی اصلاحات کے سلسلہ میں مسلمانوں کے مطالبات وزیر ہند کے سامنے پیش کرنے کے لیے ایک مسلم وفد انگلستان روانہ کیا جائے ۔ فضل حسین نے ڈاکٹر اقبال سے اس وفد کی قیادت کے لیے کہا اور اس مقصد کے لیے تین ہزار روپیہ اکٹھا کیا ۔ یہ تجویز ڈاکٹر اقبال کے لیے درجہ اول کی سیاسی زندگی کو یقینی بنا دیتی لیکن انہوں نے جانے سے انکار کر دیا کیونکہ مزید چند ہزار روپوں کا خرچہ لاحق ہوتا تھا ۔ ان کی بجائے چودھری ظفر اللہ خان جانے کے لیے راضی ہو گئے ۔ اور انہوں نے اپنے لیے روشن مستقبل متعین کر لیا ۔"۲۷

لیکن اس کے برعکس علامہ اقبال نے حق گوئی اور بے باکی کے ساتھ اپنے اس مشن کو جاری رکھا جس کے پیش نظر آپ نے کونسل کا الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا تھا ۔ بحیثیت صدر کونسل جب چودھری شہاب الدین کی میعاد تقرری ختم ہونے کے قریب آئی تو فضل حسین کی یہ خواہش تھی کہ علامہ اقبال کو یونینسٹ پارٹی کی حمایت کے ذریعے صدر منتخب کیا جائے ۔ لیکن علامہ نے اس منصب کو ٹھکراتے ہوئے اس پارٹی کی درپردہ پالیسیوں کے خلاف تنقید جاری رکھی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یونینسٹوں کی اکثریت نے آپ کو اپنا امیدوار بنانے سے انکار کر دیا اور چودھری شہاب الدین دوبارہ صدر منتخب ہو گئے ۔۲۸

درج بالا واقعات اور حقائق کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کونسل میں علامہ اقبال نے یونینسٹ پارٹی کی محض اس وقت تک تائید و حمایت کی جب تک یہ محسوس کیا کہ وہ اپنے منشور کے مطابق غریب کسانوں اور مزدور طبقہ کے لوگوں کے حقوق کی نگہداشت کرنا چاہتی تھی ۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ باقاعدہ یونینسٹ پارٹی کے رکن رہے اور اسی پارٹی کے ٹکٹ پر پنجاب

لیجسلیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے محض ایک افسانہ ہے جسے فضل حسین کی سوانح حیات میں ان کے بیٹے نے زیب داستان کے لیے بیان کیا ہے۔

علامہ اقبال نے اپنی عملی زندگی کے ابتدائی پانچ سالہ دور (۱۹۲۶ء ۔ ۱۹۳۰ء) میں پنجاب کی سیاست میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے بھرپور انداز میں سرگرم عمل حصہ لیا۔ آپ نے شردھانند کے قتل' مقدمہ راجپال اور ۱۹۲۷ء میں فسادات لاہور کے جذباتی اور ہنگامہ خیز دور میں مسلمانوں کی صحیح سمت میں رہنمائی کی اور اس طرح آپ ان ہنگاموں کے دوران موچی دروازہ' حویلی کابلی مل' برکت علی اسلامیہ ہال' بادشاہی مسجد کے عوامی جلسوں اور جلوسوں میں ایک مقبول عام سیاسی لیڈر کا کردار ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے برصغیر کی مرکزی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے تجاویز دہلی کے اس جزو کی مخالفت کی جس کے تحت جداگانہ انتخابات سے دستبرداری کی مشروط پیش کش کی گئی تھی۔ جب سائمن کمیشن سے تعاون کے بارے میں آل انڈیا مسلم لیگ میں اختلاف رائے پیدا ہوا تو اس ضمن میں علامہ اقبال نے پورے ہند کے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی خاطر کمیشن کے بائیکاٹ کو ضرر رساں قرار دیتے ہوئے میاں محمد شفیع (۱۸۶۹ء ۔ ۱۹۳۲ء) کی تائید و حمایت کی۔ جب برکن ہیڈ' وزیر برائے امور پاک و ہند نے متفقہ تجاویز کے لیے کل ہند جماعتوں کو چیلنج کیا اور اس کے نتیجے کے طور پر موتی لعل نہرو (۱۸۶۹ء ۔ ۱۹۳۲ء) کی سربراہی میں نہرو رپورٹ ترتیب دی گئی۔ اسے علامہ نے ہندی قومیت کا جال قرار دیتے ہوئے بھرپور مخالفت کی۔[۲۹] انہیں ہندوؤں کی تنگ نظری' تنگ دلی اور بالادستی کی خواہش کا پوری طرح علم تھا۔ لہٰذا انہوں نے ہندو مسلم مفاہمت کی ناکامی کو یقینی قرار دیتے ہوئے آل پارٹیز کنونشن منعقدہ کلکتہ میں بعض مسلم قائدین کی صلح جویانہ مساعی کو لاحاصل قرار دیا تھا اور ان مجالس کو لائق عدم اعتناء سمجھ کر شمولیت سے گریز کیا۔ لیکن اس کے مقابلے میں آپ نے آل پارٹیز مسلم کانفرنس' جس کا اجلاس ۳۱ دسمبر ۱۹۲۸ء کو دہلی میں شروع ہوا تھا' میں گرم جوشی سے شمولیت کی اور اس کانفرنس کی قرارداد مرتب کرنے میں میاں محمد شفیع کی مدد کی۔ اور جلسہ عام میں اس کی پرزور تائید کی۔ جب ہندو مسلم اتحاد کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوگئیں تو شفیع لیگ اور جناح لیگ کے انضمام کے لیے کوشش شروع کر دی۔ اور بالآخر ان جیسے مخلص قائدین کی مساعی جمیلہ کے تحت مسلم لیگ دوبارہ متحد ہوگئی۔ انہوں نے گول میز کانفرنس کی کارروائیوں پر کڑی نظر رکھی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مسلم مندوبین گول میز کانفرنس میں جداگانہ انتخاب کی قیمت پر ہندو مسلم مفاہمت کا سودا کرنے پر رضامند ہو رہے ہیں تو بہت مضطرب ہوئے اور آغا خان کو جو گول میز کانفرنس میں مسلم وفد کے سربراہ تھے ۱۵ نومبر ۱۹۳۰ء کو ٹیلی گرام ارسال کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ "اگر ہندو' مسلم مطالبات کو نہیں مانتے تو مسلمان کانفرنس چھوڑ کر چلے آئیں۔"[۳۰] علامہ اقبال کے اس تار پر ہندوؤں نے احتجاج کرتے ہوئے الزام لگایا کہ "گول میز کانفرنس کے مسلم مندوبین کو اس وقت تار دیا گیا جب وہ مخلوط انتخاب پر رضامند ہو چکے تھے"۔[۳۱] اس موقع پر فضل حسین اور علامہ اقبال کے سیاسی

نظریات میں کافی ہم آہنگی موجود تھی کیونکہ دونوں قائدین جداگانہ حق انتخاب کے داعی تھے۔ اور آل انڈیا مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں (بالخصوص مسلمانان پنجاب) کے حقوق کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل تھے۔ جبکہ اسی دوران (۱۹۲۹ء) میں قوم پرست مسلمانوں نے مسلم لیگ سے کٹ کر اپنی ایک علیحدہ جماعت مسلم نیشنلسٹ پارٹی کے نام سے بنا لی تھی "اس طرح کل ہند مسلم لیگ کی تنظیر عمل میں آچکی تھی اور اب آل پارٹیز مسلم کانفرنس و آل انڈیا مسلم لیگ کے نقطہ نظر میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا تھا۔ دونوں جماعتوں نے چودہ نکات کو اپنا لیا تھا۔ ان حالات میں علامہ اقبال کا صدارت مسلم لیگ پر انتخاب ایک معنی میں سرسید کے سیاسی مکتب فکر کی کامیابی تھی، جو مسلمانوں کے لیے دستوری تحفظات اور سیاسی توازن دونوں کا خواہاں تھا"[۳۱]۔ کشیدگی کی اس فضا میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو الٰہ آباد میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر علامہ اقبال نے اپنے خطبہ صدارت[۳۲] میں عمرانی نظام کے بعض پہلوؤں پر عالمانہ روشنی ڈالی اور ہندوستان کے مختلف سیاسی مسائل پر بحث کی اور شخصی حیثیت سے تقسیم ہند کی وہ تجویز پیش کی جسے بعدازاں "پاکستان" کا نام دیا گیا اس اعتبار سے علامہ کے اس خطبہ کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے کہ آپ نے برصغیر کی سیاسی تاریخ میں ایک مملکت کے قیام کی تجویز پیش کی۔

علامہ اقبال ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۵ء تک مسلم قومی سیاست میں بہت فعال نظر آتے ہیں۔ اس دور میں انھوں نے کل ہند مسلم کانفرنس منعقدہ ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کی صدارت کی جو مسلم لیگ کے دور انحطاط میں ایک متحرک جماعت تھی۔ اس جماعت کا ایک باضابطہ انتظامی بورڈ اور مجلس عاملہ تھی اور اس کی شاخیں مختلف صوبوں میں فعال تھیں۔ یہ دور برصغیر کی سیاسی تاریخ میں بہت نازک تھا۔ کیونکہ دستور حکومت ہند ۱۹۳۵ء تکمیل کے مراحل میں تھا۔ جیسا کہ گول میز کانفرنس کا دوسرا اجلاس اسی دستور کے ابتدائی خطوط کو متعین کرنے کے لیے منعقد کیا گیا تھا۔ فرقہ وارانہ فیصلہ (کمیونل ایوارڈ) اسی زمانے میں صادر ہوا۔ اس کے بعد قرطاس ابیض، مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ اور پھر انڈیا بل، یہ تمام مراحل اسی دور میں پیش آئے تھے۔ اس موقع پر قائد اعظم کی عدم موجودگی میں علامہ اقبال نے جو طبعاً "عزلت پسند تھے" سیاسی میدان میں عملی کارکردگی اور فعالیت کا ثبوت دیا۔ اس پورے دورانیے میں علامہ کی تمام سعی اس نقطہ پر مرکوز رہی کہ:

> "مسلمانوں کو متحدہ قومیت میں ضم ہونے سے بچایا جائے، ان کے لیے ایک جداگانہ قومی موقف کا تعین اور ان کے خصوصی حقوق کا تحفظ کیا جائے"۔[۳۳]

جذبہ خدمت ملی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء کو مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں تحریر کیا:

> "میں خود مسلمانوں کے انتشار سے بے حد دردمند ہوں اور گذشتہ پانچ چار سال کے تجربے نے مجھے سخت افسردہ کر دیا ہے"۔[۳۵]

بہرحال علامہ اقبال ملت بیضا کی نشاۃ ثانیہ کی خاطر جس طرح بھی بن پڑا سرگرم عمل رہے ۔ اسی دورانیہ میں فضل حسین کے پنجاب سے دور ہونے کے سبب یونینسٹ پارٹی میں باہمی انتشار و افتراق پیدا ہو چکا تھا ۔ وزارتوں اور عہدوں کے حصول کے لیے رسہ کشی زیادہ ہو گئی تھی ۔ دیہاتی اور شہری کی تفریق جو اس جماعت کے معرض وجود میں آنے کے وقت سے چلی آ رہی تھی، اس میں مزید اضافہ ہوا اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ دیہاتی مسلمان بھی علاقوں اور برادریوں کی بنیاد پر گروہ در گروہ بٹ گئے ۔ پنجاب کے مسلمان حقیقی رہنماؤں سے محروم ہو گئے تھے ۔ طالع آزماؤں اور مفاد پرست عناصر کو ان کے مقدر سے کھیلنے کا موقع مل گیا تھا ۔ ان حالات کے پیش نظر علامہ اقبال نے یونینسٹ پارٹی پر کڑی تنقید کی اور ۱۹۳۵ء میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"یہ حقیقتاً" المناک ہے کہ شہری بمقابلہ دیہاتی کے سوال کو سر فضل حسین کی حمایت حاصل ہو، جنہوں نے پہلی مرتبہ صوبہ کے دیہاتی رہنمائی حیثیت سے نہیں بلکہ مسلم رہنما کی حیثیت سے اقتدار حاصل کیا تھا ---- بعض ارباب اقتدار نے بھی اس پالیسی کی ہمت افزائی کی، کیونکہ اس صورت سے وہ لوگ ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کا زور توڑ سکتے تھے ۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، ان رجحانات کا نتیجہ یہ ہوا کہ حقیقی رہنمائی کا منصب بہت دور چلا گیا" ۔[۳۱]

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علامہ اقبال اور یونینسٹ پارٹی کے حقیقی رہنما فضل حسین کے سیاسی نظریات میں جو اختلافات پہلے سے تھے، ۱۹۳۵ء کے اختتام تک مزید شدت اختیار کر چکے تھے ۔ ۱۹۳۶ء میں علامہ اقبال نے اس بات کا پرچار کیا کہ اپنے مذہب و ثقافت کی وجہ سے مسلمان، ہندوؤں سے بالکل مختلف ہیں ۔ ان دونوں قوموں کے درمیان معاشی تعاون کی صورت ممکن نہیں ۔ مذہبی عقائد کا اختلاف اس کشمکش میں فیصلہ کن عنصر کی حیثیت رکھتا ہے ۔ لہٰذا آپ نے مذہب کی بنیاد پر ایک جداگانہ مسلم مملکت کے داعی کی حیثیت سے اپنے مشن کو آگے بڑھانا شروع کیا ۔ اس دعوت و تحریک سے فضل حسین نے سنگین خطرات محسوس کئے اور اس کے سدباب کے لیے انہوں نے پنجاب میں اپنی غیر فرقہ وارانہ یونینسٹ پارٹی کی تشکیل نو کا کام شروع کیا اور برصغیر پاک و ہند کے دیگر صوبوں میں اس طرز کی غیر فرقہ وارانہ جماعتیں بنانے کی حوصلہ افزائی کی ۔

محمد علی جناح نے ۱۹۳۶ء میں برصغیر کے مسلمانوں میں اتحاد، ہم آہنگی اور اشتراک عمل پیدا کرنے کے لیے تمام مسلم علاقائی سیاسی جماعتوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کرنے کی کوشش کی جو پالیسی اختیار کی تھی اس میں مسلمانوں کی مرکزیت کا راز مضمر تھا ۔ جبکہ فضل حسین کی سیاست پر غیر فرقہ واریت کی چھاپ تھی ۔ یوں فضل حسین اور قائد اعظم محمد علی جناح ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے ۔ لیکن اس انتہائی اہم قومی فریضے کی ادائیگی کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال دوش بدوش نظر آتے ہیں ۔ بہرحال ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں بالاتفاق ایک مرکزی پارلیمانی بورڈ اور اس کے تحت صوبائی شاخوں کی تشکیل کا اختیار

قائد اعظم کو دیا گیا ۔ اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے قائد اعظم نے مختلف صوبوں کا دورہ شروع کیا ۔ ۲۹ اپریل ۱۹۳۶ء کو آپ لاہور پہنچے تاکہ یہاں کے اکابرین سے مل کر پنجاب صوبائی پارلیمانی بورڈ کی تشکیل عمل میں لائیں ۔ یکم مئی ۱۹۳۶ء کو انہوں نے فضل حسین سے ان کی رہائش گاہ پر جا کر ملاقات کی اور انہیں مرکزی سطح پر مسلم لیگ میں شرکت اور صوبائی پارلیمانی بورڈ کے قیام کی دعوت دی ۔ لیکن انہوں نے تعاون سے انکار کر دیا ۔ جیسا کہ اس ملاقات سے صرف گیارہ دن پہلے یعنی ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء کو انہوں نے یونینسٹ پارٹی کی تنظیم نو کا کام شروع کیا تھا ۔ وہاں سے مایوس ہو کر قائد اعظم' علامہ اقبال کے گھر گئے ۳۰ اور مسلم لیگ کے احیاء اور صوبے میں پارلیمانی بورڈ کے قیام کی دعوت دی ۔ علامہ نے بیماری' کمزوری اور خانگی پریشانیوں کے باوجود اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے کہا " میں صرف عوام کی مدد کا وعدہ کر سکتا ہوں' مالداروں اور زمینداروں کی مدد کا نہیں " ۳۰۔ جبکہ جواب میں قائد اعظم محمد علی جناح نے کہا" مجھے صرف عوام کی مدد درکار ہے "۔ ۳۱ اس کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح مجلس اتحاد ملت (ق ۔ یکم ستمبر ۱۹۳۵ء) اور مجلس احرار (ق ۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء) کے قائدین سے ملے اور وہ بھی پارلیمانی بورڈ میں شمولیت پر رضامند ہو گئے ۔ فضل حسین اور ان کے ساتھیوں کو قائد اعظم محمد علی جناح کی یہ کوشش اور علامہ اقبال کی تائید و حمایت ایک آنکھ نہ بھائی ۔ فضل حسین نے اس بارے میں اپنے اندرونی احساسات کا اظہار ۶ مئی ۱۹۳۶ء کو سر سکندر حیات کے نام ایک خط میں کیا :

> " جناح نے مرکزی پارلیمانی بورڈ قائم کرنے میں سخت غلطی کی ہے ۔ اس سے ہندوستان کے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچے گا ۔ ہم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست ہے ۔ جناح نے ہمارے متعلق غلط خبریں پھیلائیں اخبارات میں جو پراپیگنڈہ ان کی تائید میں ہوا ہے اس کے باعث ان کی ناکامی کی تشہیر نہ ہو گی ہم نے انہیں ٹھکرا دیا ہے ۔ اتحاد ملت نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کیا ۔ احرار ان سے بات چیت کر رہے ہیں چاہے وہ ان کا ساتھ دیں یا نہ دیں ان کا رویہ ہمارے تعلق سے ویسا ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا ۔ البتہ اقبال' شجاع' تاج دین' برکت علی جیسے چند متفرق شہری نمائندے جناح کی اس تحریک سے کچھ حاصل کرنے کی تمنا میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں ۔ ۳۲

اس خط کے جواب میں سکندر حیات نے فضل حسین کی تائید کرتے ہوئے لکھا :

> " میں نے احمد یار سے کہہ دیا ہے کہ وہ جناح پر یہ بات اچھی طرح واضح کر دیں کہ وہ پنجاب کے پھڈے میں اپنی ٹانگ نہ اڑائیں اگر وہ ایسا کریں گے تو خود ہی نقصان اٹھائیں گے ۔ کسی صورت میں بھی ہم اس امر کی اجازت نہیں دے سکتے کہ صوبائی خود مختاری میں کوئی شخص دخل انداز ہو چاہے یہ شخص اس طاقت کا نمائندہ ہو جس نے ہمیں یہ خود مختاری عطا کی ہے یا وہ مسلم لیگ کا صدر ہو یا کوئی انجمن یا ادارہ ہی کیوں نہ ہو ۔ ۳۳"

بہرحال فضل حسین اور سکندر حیات کی درج بالا باہمی مراسلت سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ لوگ پنجاب میں قائد اعظم کی سیاسی مہم اور علامہ اقبال کی اعانت سے بوکھلا اٹھے تھے ۔

کیونکہ ان کے نزدیک مسلم لیگ کا احیاء اور مسلمانوں کی مرکزیت پنجاب کی سیاست اور صوبہ کی خود مختاری میں مداخلت غیر کے مترادف تھی - یونینسٹ پارٹی نے اخبارات میں بیانات اور مضامین کے ذریعے قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کیا - علامہ اقبال نے اپنے چند مخلص ساتھیوں کے تعاون سے یونینسٹوں کا مقابلہ کیا - ۸ مئی ۱۹۳۶ء کو علامہ اقبال اور ان کے ساتھی ملک برکت علی نے ایک اخباری بیان جاری کیا جس میں قائد اعظم محمد علی جناح کے فہم و فراست اور دور اندیشی پر مبنی سیاست کی تعریف کی -

لاہور میں ایک ہفتہ قیام کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح بمبئی واپس چلے گئے - جبکہ علامہ اقبال صوبے میں مسلم لیگ کے احیاء اور پارلیمانی بورڈ کی تشکیل میں مصروف ہو گئے - ۱۲ مئی ۱۹۳۶ء کو انہوں نے مسلم لیگ کا ایک اجلاس طلب کیا جس میں صوبائی مسلم لیگ کے عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا - جس کے تحت علامہ اقبال صدر ملک برکت علی اور خلیفہ شجاع الدین نائب صدر' غلام رسول خاں سیکریٹری میاں عبدالمجید اور عاشق حسین بٹالوی جوائنٹ سیکریٹری مقرر ہوئے - اس طرح نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ علامہ اقبال کی قیادت میں لیگیوں نے انتخابات کی تیاری کا کام شروع کیا - "۲۱ مئی کو قائد اعظم محمد علی جناح نے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اراکین کے ناموں کا اعلان کر دیا - اس میں پنجاب کے گیارہ افراد کو شامل کیا گیا تھا" ۴۳- علامہ اقبال نے اس اعلان پر پنجاب کی مختلف جماعتوں کے رد عمل کے بارے میں قائد اعظم محمد علی جناح کو تحریر کیا:

> "مجھے خوشی ہے کہ آپ کا کام آگے بڑھ رہا ہے - مجھے امید ہے کہ پنجاب کی تمام جماعتیں خصوصاً" احرار اور اتحاد ملت کسی قدر غم و غصہ کا اظہار کرنے کے بعد آپ کے ساتھ ہو جائیں گی - اتحاد کے ایک بڑے پر جوش اور سرگرم کارکن نے چند روز ہوئے مجھے بتا دیا ہے - مولانا ظفر علی خان کے متعلق خود اتحاد ملت والے وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے - بہرحال ابھی بہت وقت ہے - اور ہمیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اتحاد والوں کو اسمبلی میں بھیجنے کے تعلق سے رائے دہندگان کے احساسات کیا ہیں - "۴۴

مرکزی پارلیمانی بورڈ کے تشکیل دیئے جانے کے بعد ۲۸ مئی ۱۹۳۶ء کو پنجاب مسلم لیگ کا ایک جلسہ علامہ اقبال کے زیر صدارت منعقد ہوا جس میں صوبائی پارلیمانی بورڈ تشکیل دیا گیا انتخابی مہم کے سلسلے میں ۸ جون ۱۹۳۶ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اجلاس لاہور میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا - علالت اور کمزوری کے باوجود علامہ اقبال نے انتظامات کی نگرانی کی - ۶ جون ۱۹۳۶ء کو جب قائد اعظم محمد علی جناح لاہور پہنچنے والے تھے - یہ خبر شہر میں گشت کرنے لگی کہ یونینسٹ پارٹی اس موقع پر سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرہ کریگی - علامہ اقبال نے یونینسٹوں کو متنبہ کیا نتیجتہ" "ان لوگوں کو ایسا اقدام کرنے کی جرات نہ ہوئی اور وہ سیاہ جھنڈیاں جو تیار کی گئیں تھیں انہیں ایک صندوق میں بند کر کے علامہ کی کوٹھی پر پہنچا دیا گیا جس کو بعد میں راوی کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا" -۴۵

قائد اعظم محمد علی جناح مقررہ تاریخ پر لاہور تشریف لائے اور ان کی زیر صدارت مسلم لیگ کونسل اور پارلیمانی بورڈ کا اجلاس منعقد ہوا اور مسلم لیگ کا انتخابی منشور منظور کیا گیا۔ اس موقع پر مولانا ظفر علی خاں مرکزی پارلیمانی بورڈ سے یہ کہہ کر مستعفی ہو گئے کہ مجلس اتحاد ملت کا نصب العین کامل آزادی ہے۔ جبکہ مسلم لیگ درجہ نو آبادیات کا مطالبہ کر رہی ہے۔ مولانا ظفر علی خاں کے اس طرز عمل پر یونینسٹ پارٹی کے قائدین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور فضل حسین نے آغا خاں کے نام ایک خط تحریر کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح کیا:

> "جناح کو یونینسٹوں کے کسی حلقہ سے مدد نہیں ملی۔ مجلس اتحاد ملت نے بھی ان کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا اور ان کے مرکزی پارلیمانی بورڈ سے جس میں انہوں نے انہیں نمائندگی دی تھی دست کش ہو گئی ہے۔ اب ان کے ساتھ صرف احرار اور مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کے زمانے کے چند اعتدال پسند' ناکام اور زخم خوردہ لیڈر رہ گئے ہیں" [۲۶]

فضل حسین کا "اعتدال پسند۔ ناکام اور زخم خوردہ" لیڈروں کا اشارہ اقبال اور ان کے ساتھیوں کی طرف تھا۔ اس موقع پر سکندر حیات اپنی شاطرانہ چالیں چل رہے تھے۔ انہوں نے ایک طرف ۲۲ جون ۱۹۳۶ء کو ہندو لیڈر راجہ نریندر ناتھ سے ملاقات کی اور دوسری طرف احمد یار دولتانہ کو علامہ اقبال کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو اپنے ساتھ ملاتے ہوئے پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کو مضبوط کر سکیں۔ احمد یار دولتانہ ۲۴ جون ۱۹۳۶ء کو علامہ اقبال سے ملے اور انہیں آگاہ کیا کہ سکندر عنقریب بمبئی میں قائد اعظم محمد علی جناح سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے علامہ اقبال کے سامنے یونینسٹ پارٹی اور پنجاب مسلم لیگ کے مابین مفاہمت کا ایک فارمولہ پیش کیا [۲۷]۔ علامہ اقبال نے ۲۵ جون ۱۹۳۶ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کو ایک خط کے ذریعہ اس ملاقات اور فارمولے کے بارے میں آگاہ کیا۔ علامہ اقبال اس موقع پر پر امید تھے کہ یونینسٹ پارٹی کے سکندر گروپ اور مسلم لیگ کے مابین مفاہمت ہو جائیگی۔ لیکن ۹ جولائی ۱۹۳۶ء کو فضل حسین کا انتقال ہو گیا اور ۲۲ جولائی کو سکندر حیات یونینسٹ پارٹی کے قائد منتخب ہوئے اس طرح علامہ اقبال سے مفاہمت و مصالحت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا ختم ہو گیا' ان حالات میں یونینسٹ پارٹی کے ساتھ مفاہمت کی کوئی توقع باقی نہیں رہی تھی جبکہ انتخابات بھی قریب آ چکے تھے اس لیے علامہ نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کی طرف پوری طرح توجہ دینا شروع کی۔ تنظیمی نقطہ نظر سے مسلم لیگ ابھی ابتدائی منازل طے کر رہی تھی ان کے پاس ہمہ وقتی کارکنوں اور فنڈز کی بہت کمی تھی۔ دوسری جانب یونینسٹ پارٹی کے پاس لا محدود ذرائع موجود تھے۔ صوبائی مسلم لیگ ابھی چند مخلص' ایثار پیشہ افراد تک محدود تھی جن کی قیادت ایک فقیر بے نوا علامہ اقبال کر رہے تھے۔ یونینسٹ پارٹی میں صاحب اختیار اور مقتدر لوگ شامل تھے اور ان کا لیڈر صوبے کا سب سے بڑا حاکم سکندر حیات تھا۔ جو اس وقت ریونیو ممبر کے منصب پر فائز تھا۔ علامہ اقبال نے صوبائی پارلیمانی بورڈ کی مہم کے افتتاح کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح کو لاہور آنے کی دعوت دی۔

قائد اعظم ۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو لاہور تشریف لائے ۔ اور ۱۱ اکتوبر کو ایک جلسہ عام میں انہوں نے اس مہم کا افتتاح کیا ۔[۴۸] اس طرح صوبائی مسلم لیگ نے علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کی رہنمائی میں انتخابی مہم کا آغاز کیا ۔ اسی دوران سکندر حیات کے ایک قریبی عزیز احمد بخش ' غلام رسول خاں کے پاس جو صوبائی لیگ کے سیکریٹری تھے پیغام لے کر آئے کہ " اگر صوبائی مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ انتخابات سے دست کش ہو جائے اور اپنے کسی امیدوار کو کھڑا نہ کرے تو سکندر ان چار لیگی امیدواروں کو جنہیں علامہ اقبال نامزد کر دیں بلا مقابلہ منتخب کروا دیں گے "[۴۹] جب یہ تجویز علامہ اقبال کے سامنے پیش کی گئی تو وہ جھلا اٹھے اور کہا " کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے اسمبلی کی سیٹوں کی بھیک مانگنے کے لیے مسلم لیگ کا ڈھونگ رچایا ہے "[۵۰] ۔ بہرحال علامہ اقبال نے سکندر کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور نومبر ۱۹۳۶ء کے پہلے ہفتے میں صوبائی پارلیمانی بورڈ نے اپنے امیدواروں کا اعلان کیا ۔ علامہ اقبال نے ان امیدواروں کے حق میں بیانات دیے کیونکہ وہ علالت کے باعث جلسوں میں تقریر کرنے سے معذور تھے ۔ فروری ۱۹۳۷ء میں انتخابات کا نتیجہ نکلا ۔ ملک برکت علی اور راجہ غضنفر علی خاں کامیاب ہوئے جبکہ یونینسٹ پارٹی نے کل ۹۵ نشستیں[۵۱] حاصل کیں ۔ جہاں تک راجہ غضنفر علی خاں کا تعلق ہے سکندر حیات نے انہیں پارلیمانی سیکریٹری بنانے کا لالچ دیا تو وہ بھی مسلم لیگ چھوڑ کر یونینسٹ پارٹی میں شامل ہو گئے ۔ یہ درست ہے کہ انتخابات پنجاب مسلم لیگ کے لیے قطعی طور پر حوصلہ افزا نہیں تھے تاہم انتخابی مہم کے دوران مسلم لیگ کا پیغام پنجاب کے دوردراز علاقوں تک پہنچ گیا اور علامہ اقبال کی قیادت اور رہنمائی کی وجہ سے عوام مسلم لیگ کے اصل مقصد سے متعارف ہو گئے ۔ علامہ اقبال نے جماعت کی کمزوریوں کی نشان دہی کرتے ہوئے جماعت کی تنظیمی کارکردگی کو بہتر بنانے کے طرف توجہ دی کیونکہ ایک باصلاحیت تنظیمی ڈھانچے کے بغیر کوئی بھی جماعت اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی ۔ لہذا دوردراز کے علاقوں میں مسلم لیگ کی مقامی شاخیں قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ۔ یوں انتخابات میں ناکامی کے باوجود مسلم لیگ کی تنظیم کا کام شروع ہوا اور اس کی آواز دور دراز کے علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں تک پہنچتی رہی ۔ لیکن یونینسٹ پارٹی کے لیے مسلم لیگ کا یہ عمل ناقابل برداشت تھا اور سکندر حیات خاں اور ان کے ساتھی لیگ کی اس تنظیمی مہم سے بوکھلا اٹھے ۔

انتخابات کے نتیجے میں جن جن صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں قائم ہوئیں وہ مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے میں ناکام رہیں ۔ مسلم لیگ کی ناکامی کے نتیجے کے طور پر صدر کانگریس پنڈت جواہر لعل نہرو نے یہ تجویز کیا کہ مسلم عوام سے براہ راست رابطہ قائم کیا جائے ۔ چنانچہ " رابطہ مسلم عوام " کی یہ تحریک نہایت زور شور سے شروع ہوئی ۔ یہ تحریک یونینسٹ پارٹی کے لیے خطرے کا الارم تھی اور یونینسٹ پارٹی کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اگر پنجاب میں اس خطرے نے سر اٹھایا تو وہ کس طرح اپنے غیر فرقہ وارانہ بہروپ اور رجعت پسندانہ معاشی لائحہ عمل کا بھرم رکھ سکے گی ۔ یہ ایک سوال تھا جو پنجاب کے وزیر اعظم کو پریشان کیے ہوئے تھا ۔ اس

کے علاوہ مئی ۱۹۳۷ء میں مرکزی اسمبلی میں پنجاب کی ایک خالی نشست پر ضمنی انتخاب میں کانگریس نے جو حرکت کی اور اس کے علاوہ صوبہ سرحد میں ستمبر ۱۹۳۷ء میں صاحبزادہ عبدالقیوم کی وزارت کے خاتمے کے بعد جس طرح کانگریس نے اپنے انیس ارکان کے ساتھ ڈاکٹر خاں صاحب کی مدد سے مخلوط حکومت تشکیل دی یہ ایسے واقعات تھے جو یونینسٹ پارٹی کے مسلم رہنماؤں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی تھے ۔ ان حالات میں مسلم لیگ کا پچیسواں سالانہ اجلاس ۱۵ تا ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء قائد اعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت منعقد ہوا ۔ اور یہی اجلاس مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ثابت ہوا ۔ اس اجلاس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ برصغیر کے تمام صوبوں سے مسلم نمائندے اور زعماء شریک ہوئے ۔ پنجاب سے سر سکندر حیات اپنے حامیوں اور مددگاروں کے ساتھ شمولیت کے لیے لکھنؤ پہنچے ۔ علامہ اقبال علالت کے باعث اجلاس میں شریک نہیں ہو سکے تھے ۔ بہرحال اس اجلاس میں " وہ تمام جماعتیں ' جو مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ کے خلاف تھیں مسلم لیگ میں شامل ہو گئیں سر سکندر حیات اور ان کے رفقاء کے لیے یہی راستہ کھلا ہوا تھا کہ وہ یونینسٹ پارٹی کے سوانگ کو ترک کر کے مسلم لیگ میں غیر مشروط طریقہ سے شریک ہو جائے" ۵۲ لیکن یونینسٹ پارٹی نے یہ راستہ اختیار نہ کیا البتہ اس اجلاس میں انہوں نے ایک بیان پڑھ کر ضرور سنایا جس کو عام طور پر سکندر ۔ جناح پیکٹ کیا جاتا ہے ۵۳ نقادوں کے خیال کے مطابق سکندر کی یہ دوہری چال تھی کہ کانگریس کی ضرب کو مسلم لیگ کی ڈھال پر روک لیا جائے اور ساتھ ہی یونینسٹ پارٹی کا غیر فرقہ وارانہ سوانگ بھی باقی رہے ۔ ان کی یہ شاطرانہ دورخی چال ان کے اس بیان سے ظاہر ہوئی جو انہوں نے لاہور واپس پہنچ کر ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو جاری کیا۔ ۵۴ حقائق وابہام کے اس پس منظر میں ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو سر سکندر حیات خاں نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ سکندر جناح پیکٹ کے اس تنازع کے سلسلے میں علامہ اقبال سے ملاقات کی ۔ سکندر حیات کا موقف یہ تھا کہ اس معاہدے کی رو سے یونینسٹ پارٹی کو اقتدار حاصل ہو جاتا ہے اور یہ کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ صوبائی بورڈ میں یونینسٹ پارٹی کی اکثریت ہونی چاہیے ۔ علاوہ ازیں سکندر یہ بھی چاہتے تھے کہ مسلم لیگ کے تمام عہدیداروں کو بدل دیا جائے اور لیگ کی آمدنی اور خرچ پر بھی یونینسٹ پارٹی کے اراکین قابض ہو جائیں لیکن علامہ اقبال اس کو غلط قرار دیتے تھے اور پارٹی بورڈ یونینسٹ پارٹی کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہیں تھے ۔ بہرحال سکندر حیات نے اس مسئلہ پر علامہ اقبال سے کئی مرتبہ گفتگو کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا ۔ کیونکہ علامہ اقبال کے خیال کے مطابق سکندر حیات مسلم لیگ پر قابض ہو کر اس کو ختم کر دینا چاہتے تھے ۔ تاہم ۱۹۳۷ء کے اختتام تک سکندر اور یونینسٹ پارٹی کے اراکین کو مسلم لیگ میں شریک کرنے کے لیے کوشش جاری رہیں لیکن بالآخرعلامہ اقبال کو یہ کہنا پڑا کہ اس معاہدے کو ختم کر دیا جائے تو بہتر ہے آپ نے اس مسئلہ کے بارے میں ۴ اپریل ۱۹۳۸ء کو ایک اہم بیان جاری کیا ۔ ۵۵ علامہ اقبال کے اس بیان کو تاریخی حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہ ان کی آخری سیاسی تحریر تھی ۔ عاشق حسین بٹالوی جو مئی ۱۹۳۶ء

تا ۱۹۳۸ء پنجاب مسلم لیگ کے معتمد کی حیثیت سے کام کرتے رہے تھے اس بیان کے بارے میں تحریر کرتے ہیں :

> "۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو ان کا (اقبال کا) انتقال ہوا - اور یہ بیان ۳ اپریل کو لکھا گیا - ممکن ہے ان درمیانی ۱۷ یوم میں انہوں نے کوئی ذاتی اور نجی خط لکھوایا ہو - لیکن جہاں تک سیاسیات کا تعلق ہے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیان ان کی آخری تحریر ہے -"[۵۶]

اس بیان کی اہمیت بقول سید نذیر نیازی یوں بھی بڑھ جاتی ہے کہ مرحوم نے یہ بیان اس وقت تحریر کروایا جب بستر سے اٹھنا بھی محال تھا - الغرض علامہ اقبال بستر مرگ پر پڑے ہوئے بھی مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان میں سیاسی و اجتماعی وحدت پیدا کرنے کی سعی کرتے رہے -

المختصر علامہ اقبال کی سیاسی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ علامہ اقبال نے اول تو ۱۹۰۸ء ہی سے جب وہ اپنی تعلیم کے سلسلے میں انگلینڈ گئے ہوئے تھے - سید امیر علی (۱۸۴۹ء تا ۱۹۲۸ء) کی رہنمائی میں قائم ہونے والی آل انڈیا مسلم لیگ برانچ میں شمولیت اختیار کرتے ہوئے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کر دیا تھا - اور اسی سال برصغیر واپس آنے کے بعد پنجاب کی سیاست میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی - جیسا کہ آپ نے صوبائی مسلم لیگ میں شمولیت کر لی تھی جو جسٹس شاہ دین (۱۸۲۸ء تا ۱۹۱۸ء) کی صدارت میں کام کر رہی تھی -[۵۷] پنجاب میں ۱۹۰۹ء میں اردو کے تحفظ کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی گئی آپ اس کے بھی رکن تھے - تاہم آپ نے اپنی بھرپور سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۲۸ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کا رکن منتخب ہونے کے بعد کیا اور یہ سلسلہ آپ کے انتقال تک جاری رہا - لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ علامہ اقبال نے برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں اور اس کے علاوہ پنجاب کی صوبائی سیاست میں عملی طور پر بھرپور کردار ادا کیا - آپ کی یہ سیاسی جدوجہد در اصل ذات پات 'گروہی سیاست' رنگ و نسل کے امتیاز اور پیشہ وارانہ و علاقائی حدبندیوں اور طبقاتی تفریق کے خلاف ایک کھلی جنگ تھی - اگرچہ ۱۹۰۸ء اور ۱۹۳۸ء کے دوران انہوں نے بہت سی سیاسی تنظیموں میں شمولیت اختیار کی -[۵۸] لیکن اس پورے دور میں ان کی توجہ کا اصل مرکز مسلمانان ہند کی فلاح و بہبود تھا - جس کے لیے انہوں نے مستقل طور پر ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۸ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے کام کیا لہٰذا علامہ اقبال کے بارے میں یہ کہنا "اقبال سیاست دان نہ تھے فلسفی تھے - ایک تخیلی (Idealist) انسان تھے - اور یہ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ سیاست مصالحت کا ایک کھیل ہے - وہ عہدے کے حصول میں ناکام رہے یا لیڈر نہ بن سکے - اس لیے کہ وہ معاملات کے آدمی (Man of affairs) سے زیادہ ایک شاعر اور مفکر تھے"[۵۹] درست نہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اگر علامہ اقبال یونینیسٹ پارٹی کے غلط ہتھکنڈوں کے خلاف اپنی سیاسی جدوجہد کو آگے نہ بڑھاتے اور فضل حسین اور دیگر یونینسٹوں کی پالیسی کا جواں مردی سے مقابلہ نہ کرتے تو برصغیر پاک و ہند کی سب سے بڑی مسلم آبادی کا صوبہ وہ کردار ادا کرنے سے قاصر رہتا جو اس نے ۱۹۴۰ء تا

۱۹۴۸ء میں کیا ۔ الغرض علامہ اقبال نے پنجاب کی سیاست میں اس وقت قدم رکھا جب ہاریوں بے زمین کسانوں اور مفلوک الحال طبقوں کے نام پر صوبے کے تمام جاگیردار متحد ہو کر ایک طرف تو برطانوی استعماریت کے ستون بنے ہوئے تھے اور دوسری طرف صوبے کے تمام ذرائع اپنے مفادات کے حصول کے لیے استعمال کر رہے تھے ۔ علامہ اقبال نے ان کی سیاست کے اس رخ کے خلاف پہلی اذاں دی اور پھر کارواں بنتا چلا گیا ۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ یونینسٹ پارٹی کے معدودے چند افراد میں سے تھے جو نہ صرف درمیانی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے بلکہ ان کے لیے جدوجہد بھی کرتے تھے ۔

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

حوالہ جات

۱۔ رئیس احمد جعفری، اقبال اور سیاست ملی، لاہور، ۱۹۸۱ء ص ۱۱۷

۲۔ ایضاً" ص ۱۱۷

۳۔ شریف الدین پیرزادہ، پاکستان منزل بہ منزل، کراچی، ۱۹۶۵ء، ص ۱۵۳

۴۔ محمد احمد خان، اقبال کا سیاسی کارنامہ، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۹۸

۵۔ پٹابھی سیتارامیا، کانگریس کی تاریخ، مقام ندارد، ۱۹۳۵ء ص ۴۰۳

۶۔ ایضاً" ص ۴۱۶

۷۔ ایضاً" ص ۴۰۲

۸۔ اخبار ہمدرد، ۱۴ جنوری ۱۹۲۹ء

۹۔ ایضاً" ۱۴ جنوری ۱۹۲۹ء

۱۰۔ اخبار زمیندار، لاہور، ۲۰ جولائی ۱۹۲۶ء

۱۱۔ مانٹیگو چمسفورڈ اصلاحات (۲۳ دسمبر ۱۹۱۹ء) کے تحت پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے کل اراکین کی تعداد ۹۴ تھی جن کی تقسیم اس طرح تھی ۔ نامزد شدہ ۲۳، مسلمان ۔ ۳۵، سکھ ۔ ۱۱ اور ہندو ۲۱ تھے ۔ کونسل میں یونینسٹ پارٹی کو دیگر جماعتوں کے مقابلے میں اراکین کونسل کی اکثریت کی تائید و حمایت حاصل تھی ۔ سوراج پارٹی ۔ ۱۲، خلافت کمیٹی ۔۳، سکھ شروی پربندھک کمیٹی ۔ ۹ اور آزاد اراکین کی تعداد ۸ تھی ۔ ۱۹۲۶ء کے انتخابات میں یونینسٹ پارٹی کو ۷۱ نشستوں میں سے ۳۶ نشستیں حاصل ہوئیں جن میں تین غیر مسلم اراکین شامل تھے ۔ مکمل تفصیل کے لیے دیکھیے :

Muhammad Khurshid, The Role of Unionist Party in the Punjab Politics, 1923 - 1936, unpublished Ph.D. Dissertation, Islamic University, Bahawalpur, pp.82 - 206

۱۲۔ محی الدین قادری، مکاتیب شاد اقبال، حیدر آباد دکن، سن ندارد، ص ۱۷۳ ۔

۱۳۔ فقیر وحیدالدین، روزگار فقیر (جلد اول)، کراچی، ۱۹۶۵ء، ص ۱۰۳۔

۱۴۔ زاہد چوہدری، پاکستان کی سیاسی تاریخ: مسلم پنجاب کا سیاسی ارتقاء، ۱۸۴۹ء ۔ ۱۹۴۷ء (جلد ۵)، لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۲۴۹

۱۵۔ Azim Husain, Fazl-i-Husain: A Political Biography, London., 1946, pp.317 - 318.

۱۶۔ فارمولہ کے لیے دیکھیے: پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی کارروائی، ۵ مارچ ۱۹۲۷ء

۱۷۔ محمد علی چراغ، اکابرین تحریک پاکستان، لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۴۹۵ ۔ ۴۹۶

۱۸۔ ایضاً" ص ۴۹۶

۱۹۔ ان اراکین میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، میر مقبول محمود، شیخ عبدالغنی اور شیخ محمد صادق شامل تھے ۔ جو سب کے سب شہری مسلمان تھے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "عظیم حسین، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۵

۲۰۔ محمد احمد خان، بحوالہ سابقہ، ۵۱۷

۲۱۔ زاہد چوہدری، بحوالہ سابقہ، ص ۱۱۳

۲۲۔ محمد احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۵۲۱ ۔ ۵۲۲

۲۳۔ یہ بات علامہ اقبال نے ۱۹۳۲ء میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کی صدارت کے وقت اپنے خطاب میں کہی تھی ۔

Speeches and Statements of Iqbal, Lahore, 1973, p.33.

۲۴۔ یہ بیان علامہ محمد اقبال نے اپنے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں منعقد ہونے والے اجلاس کے صدارتی خطاب کے دوران دیا تھا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے : خطبہ الہ آباد کا مکمل متن ۔

۲۵۔ محمد احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۵۱۸ ۔

۲۶۔ زمیندار، لاہور، ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۶ء

۲۷۔ عظیم حسین، بحوالہ سابقہ، ص ۳۱۹

۲۸۔ ایضاً" ص ۳۱۹ ۔

۲۹۔ مسلمانوں کا گروہ جس کی قیادت مختار احمد انصاری کر رہے تھے نیشنلسٹ مسلمانوں پر مشتمل تھا جو نہرو رپورٹ کے قبول کرنے کے حق میں تھے ۔ دوسرا گروہ جس کی قیادت محمد علی جناح کر رہے تھے اس کا خیال تھا کہ چند تبدیلیوں کے ساتھ اسے قبول کیا جا سکتا ہے ۔ جبکہ تیسرا گروپ جس کی قیادت محمد شفیع اور علامہ اقبال کر رہے تھے ۔ انہوں نے نہرو رپورٹ کو مکمل طور پر مسترد کر دیا تھا ۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ مسلم انڈیا اور پنجاب کے مسلمانوں کے لیے موت کا پروانہ تھا ۔

Sher Mohammad Garewal, Iqbal's Role in Punjab Politics, Journal of the Research Society of Pakistan, vol.xxv, No.2, 1988.

۳۰۔ انقلاب، لاہور، ۱۸ نومبر ۱۹۳۰ء

۳۱ ٹریبون، لاہور، یکم جنوری ۱۹۳۱ء

۳۲۔ محمد احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۲۱۶

۳۳۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس ۱۳ جولائی ۱۹۳۰ء کو شملہ میں منعقد ہوا او جناح کے مشورے پر علامہ اقبال کو الہ آباد کے مقام پر منعقد ہونے والے سالا اجلاس کے لیے صدر منتخب کیا گیا

Mohammad Saleem Ahmad, Iqbal and politics, Part i, pakistan Studies, vol.ii, No.3, London, 1983/4, p.77.

۳۴۔ محمد احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۴۲۷

۳۵۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ (مکاتیب اقبال)، حصہ اول، لاہور سن ندارد، ص ۱۶۹

۳۶۔ عظیم حسین، بحوالہ سابقہ، ص ۳۱۵

۳۷۔ علامہ اقبال اس دوران سخت علیل تھے اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھے اگرچہ پنجاب مسلم لیگ کے صدر تھے لیکن اپنی علالت کی وجہ سے فعال نہ تھے۔ محمد احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۵۲۷

۳۸۔ عاشق حسین بٹالوی، اقبال کے آخری دو سال، کراچی، ۱۹۶۱ء، ص ۳۰۷

۳۹۔ ایضاً، ص ۳۰۷

۴۰۔ عظیم حسین، بحوالہ سابقہ، ص ۳۰۹

۴۱۔ احمد یار خان دولتانہ لڈن کے علاقے کے ایک بڑے زمیندار تھے۔ سکندر حیات کے گہرے دوست اور فضل حسین کے معتمد علیہ ساتھی تھے۔ اپریل ۱۹۳۶ء میں یونینسٹ پارٹی کی تنظیم نو کے بعد چیف سیکریٹری مقرر ہوئے۔ قائد اعظم محمد علی جناح سے بھی ان کے گہرے مراسم تھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح جب مئی ۱۹۳۶ء میں لاہور تشریف لائے تو پہلے ان کے یہاں ٹھہرے تھے۔

۴۲۔ عظیم حسین، بحوالہ سابقہ، ص ۳۱۰

۴۳۔ مرکزی پارلیمانی بورڈ میں پنجاب سے جو گیارہ افراد شامل کئے گئے ان میں علامہ اقبال کے علاوہ مجلس احرار کے چار اور اتحاد ملت کے تین افراد اور باقی تین دوسرے افراد شامل تھے۔ مجلس احرار کے چودھری افضل حق اور اتحاد ملت کے سربراہ مولانا ظفر علی خان کے نام اس فہرست میں شامل تھے۔ لیکن مولانا اس اعلان سے کچھ زیادہ خوش نہ تھے۔ محمد احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۵۳۱

۴۴۔ Letters of Iqbal to Jinnah, (Published by Sheikh Muhammad Ashraf), Lahore, 1943, p. 6.

۴۵۔ امروز (روز نامہ)، کراچی (اقبال نمبر)، ۲۲ اپریل ۱۹۵۰ء

۴۶۔ عظیم حسین، بحوالہ سابقہ، ص ۳۲۰

۴۷۔ فارمولے کے لیے دیکھئے: Letters of Iqbal to Jinnah p.9

۴۸۔ علامہ اقبال کا قطعی ارادہ تھا کہ وہ اس جلسہ کی صدارت خود کریں لیکن عین وقت پر ان کی طبیعت خراب ہو گئی اس لیے جلسے کی صدارت ملک زمان مہدی نے کی جو فضل حسین کے انتقال کے بعد یونینسٹ پارٹی کو چھوڑ کر مسلم لیگ میں شریک ہوئے تھے۔ عاشق حسین بٹالوی، بحوالہ سابقہ، ص ۳۵۳

اقبالیات ۲:۳۷

۴۹۔ محمد احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۵۳۹

۵۰۔ امروز (اقبال نمبر)، ۲۲ اپریل ۱۹۵۰ء

۵۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: Mohammad Khurshid, op. cit.,pp.245.354-369

۵۲۔ محمد احمد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۵۳۶

۵۳۔ معاہدے کے لیے دیکھیے: محمد امین زبیری، سیاست ملیہ، آگرہ، ۱۹۴۱ء ص ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ مزید دیکھیے: عاشق حسین بٹالوی، بحوالہ سابقہ، ص ۴۸۷۔ ۴۸۸

۵۴۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ (انگریزی روزنامہ)، لاہور، ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء

۵۵۔ بیان کے متن کے لیے دیکھیے: امروز، (اقبال نمبر) ۲۲ اپریل ۱۹۵۰ء، ص ۱۰۔ ۱۹

۵۶۔ ایضاً، ص ۱۰۔ ۱۹

۵۷۔ Parveen Shaukat Ali, The Political Philosophy of Iqbal, Lahore, 1978, pp.287-346.

۵۸۔ Mohammad Saleem Ahmad, op. cit.,p.66.

۵۹۔ عظیم حسین، بحوالہ سابقہ، ص ۳۲۱

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006